Al Hidāyah (Vol. 3 No. 1, 2021)
ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

منہج تفسیر "دروس القرآن الحکیم" از مولانا سید شمس الحق افغانیؒ

Methodology of Tafseer "Duroos-ul-Quran Al Hakeem" by Molana Syed Shams-ul-Haqq Afghani

*شازیہ بانو

**حافظ محمد اسلم

Abstract

The cognizance of religion and the intellect of the Qur'an rests on the epexegesis of the Holy Qur'an. A large number of the people of Muslims Ummah have been absorbed in the epexegesis of the Holy Qur'an and they have left indelible marks in the history of the Holy Quran explanation. The Tafsir ''Duroos ul Qur'an Al Hakeem'' written by Syed Shams-ul-Haqq Afghani occupies an illustrious place in the epexegesis of the Holy Qur'an. Molana Afghani wrote the book "Uloom ul Qur'an" on the topic of Usool e Tafseer in a unique style.

In his tafsir, Molana Afghani had made the explanation of qur'anic verses according to principles of his book "Uloom ul Quran"

He endeavor to make the message of the Qur'an in scientific and modern way before the reciter of the Holy Qur'an by using different examples .He had keenly observed the bad conditions of the Muslims in his era and give the enticement the new generation to reform their problems in the light of Holy Qur'an.

Key Words: Syed Shamsul Haqq Afghani, Tafseer, Methodology, Ethical epexegesis, Politicle epexegesis.

برصغیر پاک وہند میں جن لوگوں نے اپنی زندگیاں خدمت قرآن کے لئے وقف کردیں اور انہوں نے قدیم وجدید دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کی تفسیر کی، ان میں بلاشبہ مولانا سید شمس الحق افغانیؒ کا نام شامل ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے ساتھ لوگوں کا تعلق مضبوط کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ اور دروس قرآن کے ذریعے قرآن مجید کی تعلیمات کو عام فہم بنایا۔ جو ناخواندہ لوگوں کے لئے بھی کسی نعمت سے کم نہیں۔

سید شمس الحق افغانی کا تعارف

آپ کا سلسلہ سید جلال الدین حیدرؒ کی اولاد سے ہے جن کا نسب اعجاز الحق قدوسی کی کتاب "صوفیاء پنجاب" میں حسینی درج ہے۔ مولانا شمس الحق افغانی کا سلسلہ نسب یہ ہے، سید شمس الحقؒ بن سید غلام حیدرؒ بن سید خان عالمؒ بن سید سعد اللہؒ۔ آپ کے والد مولانا عبدالحکیمؒ کے شاگرد اور سید احمد شہید بریلیؒ کے خلیفہ تھے۔[1]

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج چونگی نمبر 14، ملتان

** لیکچرر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج مخدوم عالی، لودھراں

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

آپ کی ولادت صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور کے ایک قصبہ ترنگ زئی میں ہوئی۔ تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ مگر آپ کے صاحبزادے محمد داؤد جان افغانی نے آپ کی پیدائش ۱۸۹۸ء بیان کی ہے۔[2]

لیکن جو عمر مولانا افغانیؒ نے اپنے مکتوبات کے مکتوب نمبر ۹۵ جون ۱۹۷۲ء میں لکھی ہے اس کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۵ء بنتی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "میں نے سابقہ دو سالوں کی طرح امسال بھی استعفیٰ کی خواہش کی۔ حالانکہ عمر ۷۷ سال ہے۔ محکمہ اوقاف نے غالباً ۷۷ سال یا اس سے زائد عمر کے ملازمین کو سبکدوش اور ریٹائرڈ کیا"[3]

اس لحاظ سے جب ۱۹۷۲ء میں آپ کی عمر ۷۷ سال ہو تو پھر تاریخ ولادت ۱۸۹۵ء بنتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تحصیل علم

ابتدائی اور وسطانی درجہ کتب کی تعلیم آپ نے اپنے والد سید غلام حیدرؒ (م ۱۳۲۶ھ) سے حاصل کی۔ بعد ازاں افغانستان کے مشاہیر علمآء کرام سے علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند کے شیخ العصر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۹۳۴ء) سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل ۱۹۲۲ء میں کی۔[4]

علامہ کشمیریؒ حضرت افغانیؒ کے محبوب استاذ تھے۔ چنانچہ مکتوبات کے مقدمہ میں لکھا ہے: "علامہ کشمیریؒ کو حضرت افغانیؒ سے بہت محبت تھی وہ اپنے لائق شاگرد کو دل کھول کر عائیں دیتے تھے۔ علامہ کشمیری کے علوم وفنون حضرت افغانی کے سینے میں منتقل ہوگئے اور استاذ کی زبان بن کر ان کے علوم ومعارف کی ترجمانی کرنے لگے۔ حضرت افغانیؒ خود فرماتے ہیں "میں اپنے سارے اساتذہ میں سب سے زیادہ علامہ کشمیری سے متأثر ہوا" یہی وجہ ہے کہ آپ کا کردار وعمل علامہ کشمیریؒ کا عکس نظر آتا تھا"[5]

سلسلہ بیعت

حضرت افغانیؒ چھپے ہوئے ولی کامل تھے۔ آپ کو صوفیاء کے چار سلاسل میں سے تین سلسلوں میں بیعت وارشاد کی اجازت حاصل تھی۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ جو پیران پیر حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ (م ۱۱۶۶ء) سے وابستہ ہے میں اپنے والد حضرت مولانا سید غلام حیدرؒ اور خلیفہ غلام محمدؒ (م ۱۹۳۶ء) دین پور شریف والوں سے خلافت حاصل کی۔

۲۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حج کے موقع پر حرم پاک میں حضرت مولانا علاؤالدین عراقیؒ سے بیعت ہوئے اور خلیفہ مجاز بنے۔ یہ سلسلہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی نقشبندیؒ (م ۱۲۶۲ء) سے وابستہ ہے۔

---

[1] ۔ شمس الحق، افغانی، دروس القرآن، مرتب: عبد الغنی، طبع اول ۲۰۰۴ء، ناشر: مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار، بہاولپور، ۱:۳۳

[2] ۔ ایضا، ص ۳۴

[3] ۔ افغانی، شمس الحق، مکتوبات افغانی، مرتب: عبد القیوم حقانی، ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، نوشہرہ، ص ۱۶۷

[4] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱: ۳۵

[5] ۔ افغانی، مکتوبات افغانی، ص ۱۵

۳۔ سلسلہ برہانیہ چشتیہ جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م ۱۲۳۶ء) سے وابستہ ہے میں اپنے طریقت کی منازل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) سے طے کیں۔[6]

علمی وادبی خدمات

سید افغانیؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوتے ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت وہیں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بڑے اساتذہ میں ہونے لگا۔ چنانچہ دروس القرآن کی جلد میں ہے۔

"سید افغانیؒ نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک باقاعدہ مختلف درسگاہوں میں سرانجام دیا جس کا آغاز انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ درمیان دس سال سات ماہ ریاست قلات کے وزیر معارف الشریعہ رہے۔ اس کے بعد مستعفی ہوگئے۔ اس کے بعد مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی، مدرسہ ارشادالعلوم ضلع لاڑکانہ سندھ، مدرسہ قاسم العلوم لاہور، مدرسہ دارالرشاد جھنڈہ، ضلع نواب شاہ، مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ سجاول، سندھ۔ ان مدارس میں آپؒ نے بطور صدر المدرسین کام کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں بطور شیخ التفسیر اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سوات میں بطور شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں آپؒ اکیڈمی علوم اسلامیہ، کوئٹہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس اکیڈمی کو ۱۹۲۳ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں منتقل کیا گیا جو نواب سر صادق محمد خاں عباسی پنجم (م ۱۹۶۴ء) کی خواہش پر ۲۵ جون ۱۹۲۵ء کو جامعہ عباسیہ اور بعد میں جامعہ اسلامیہ جیسی عظیم درس گاہ کی صورت قیام عمل میں لائی گئی۔ ۱۹۶۴ء میں جس کا نام اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور میں تبدیل کر دیا گیا)۔ جب (۱۹۶۳ء) آپؒ بہاولپور تشریف لائے تو اسلامیہ یونیورسٹی میں بطور شیخ التفسیر صدر مدرس مقرر ہوئے اور بعد میں رئیس الجامعہ بنا دیئے گئے۔ جہاں آپ نے تقریباً دس سال قرآن وحدیث کی خدمت کی اور چند کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ بہاولپور سے تشریف لے جانے کے بعد مردان کے نواب (۱۹۷۳ء) کی خواہش پر ان کے مدرسہ میں صدرالمدرسین کے عہدہ پر کچھ عرصہ کام کیا بعد ازاں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے یہ عہدہ چھوڑ دیا اور گھر پر مستقل سکونت اختیار کر لی"[7]

وفات: مولانا افغانیؒ کی تاریخ وفات ۱۶ اگست ۱۹۸۳ء ہے۔[8]

تصانیف

سید افغانیؒ کی تصانیف کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ احکام القرآن	۲۔ سرمایہ داری، سوشلزم اور اسلام	۳۔ شرعی ضابطہ دیوانی
۴۔ اسلام دین فطرت	۵۔ المیہ مشرقی پاکستان	۶۔ ترقی اور اسلام
۷۔ علوم القرآن	۸۔ شرح ترمذی	۹۔ مفردات القرآن

[6] ۔ شمس الحق، افغانی، خطبات افغانی، مرتب: عبد الغنی، ناشر: مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار، بہاولپور، ص ۲۹۲، ۲۹۳

[7] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱: ۵۷، ۵۱۔ ۴۶

[8] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱: ۳۴

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

۱۰۔ الاسلام والمجتمع ۱۱۔ الاسلام والبیئۃ ۱۲۔ مشکلات القرآن

۱۳۔ علوم القرآن المشکلات العالمیۃ والحلول القرآنیۃ ۱۴۔ معین القضاۃ والمفتیین[9]

ان کے علاوہ چند کتب وہ ہیں جنھیں آپ کے شاگردوں اور خلفآء نے آپؒ کے بیانات، خطبات اور مکتوبات کی شکل میں تصنیف کی ہیں۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ خطبات افغانی ۲۔ دروس القرآن الحکیم ۳۔ مجالس افغانی

۴۔ مقالات افغانی ۵۔ محاضرات افغانی ۶۔ نکات افغانی[10]

سید افغانی علماء کی نظر میں

حضرت شاہ نفیس الحسینی (م ۲۰۰۸ء) سید افغانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مخدوم العلماء حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی عارف ربانیؒ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ برصغیر کے چوٹی کے علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ خاتم المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے سربرآوردہ تلامذہ میں ہونے کا انہیں فخر احاصل ہے۔ مولانا افغانی کی ایک اور خصوصیت جو انہیں معاصر علماء کرام میں ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جدید و قدیم علوم سے کامل طور پر بہرہ ور تھے مذہب اور سائنس میں تطبیق کا انہیں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی شخصیت اپنے وقت میں مرجع علماء رہی"[11]

صاحبزادہ انظر شاہ کشمیری (م ۲۰۰۸ء) لکھتے ہیں

"حضرت مولانا سید شمس الحق افغانیؒ بہاولپور میں سالہاسال مقیم رہ کر اپنے منفرد، ممتاز استاذ کے علوم کے ترجمان ثابت ہوئے۔ حضرت مرحوم سے شعور میں تو ملاقات کا کبھی موقع نہیں ملا البتہ اپنی کم سنی میں جب وہ دارالعلوم میں بحیثیت استاذ تشریف فرماتھے، شرف زیارت حاصل کر چکا ہوں۔ تاہم ان کی علم و فن میں انفرادیت و تام امتیاز کی خبریں تواتر کانوں میں پڑتی رہیں۔[12]

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی (مرتب خطبات افغانی) مولانا افغانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"علامہ شمس الحق افغانیؒ نوراللہ مرقدہ ایک بلند پایہ شیخ الحدیث، بے مثل مفسر، عظیم المرتبت فقیہہ اور دیگر علوم و فنون کے جید و محقق عالم تھے۔ علامہ افغانیؒ کی علمی خدمات و مساعی قابل ستائش ہیں"[13]

---

[9] ۔ ابوالحسن، آل غازی، دور علماء دیوبند فی مجال التالیف، مرکز الاعلام العالمی، ڈھاکہ، بنگلہ دیش، طبع اول ستمبر ۲۰۱۴ء، ص ۴، ۷، ۱۳، ۱۸

[10] ۔ مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار، بہاولپور

[11] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۱:۱

[12] ۔ ایضا، ص ۲۴

[13] ۔ افغانی، شمس الحق، خطبات افغانی، مرتب: عبد الغنی، ناشر: مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار، بہاولپور، ص ۱۴

آغازِ تفسیر

مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تفسیر "دروس القرآن الحکیم" در اصل قرآن پاک کے زبانی دیئے گئے دروس ہیں جنہیں موقع پر موجود ان کے مریدین نے لکھا اور بعد میں ان دروس کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ان دروس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

بہاولپور قیام کے دوران ابتداء میں آپ نے درس قرآن کا آغاز اپنے گھر سے کیا جہاں وہ روزانہ بعد نماز عصر تا مغرب درس دیا کرتے تھے جنہیں سننے کے لئے لوگ پابندی سے حاضر ہوتے تھے۔اسی طرح جامعہ اسلامیہ میں بیضاوی شریف کا درس دیتے تھے جس میں طلباء،علماء،دانشور،انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ،عام شہری اور دفاتر سے آفیسران وملازمین حاضر ہوتے تھے۔جب دروس کا یہ سلسلہ معروف ہوا تو عوام الناس تک اس کے فوائد پہنچانے کے لئے مولانا مفتی محمد صادقؒ، قاضی محمد علیم الدینؒ علوی، سید عبد الرشید شاہؒ اور دیگر معززین علاقہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروس قرآن شریف شروع کرنے کی عرض کی جو آپ نے قبول فرمالی۔

شروع میں درس مدرسہ فاروقیہ تجوید القرآن میں دیا جاتا تھا جو آپ کے گھر کے قریب تھا۔بعد ازاں حکومت کی خواہش پر بہاولپور کی شاہی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔جو ہفتہ میں دو دن جمعہ اور اتور کو ہوا کرتا تھا۔

درس دینے کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے پہلے قاری صاحب سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے پھر سورہ بقرہ کا ایک رکوع تلاوت کرتے۔تلاوت کے بعد آپؒ لکھنے والوں سے پوچھتے کیا بیان چل رہا تھا؟اس کے بعد درس شروع فرمادیتے۔آپؒ نے عرصہ تقریباً دس سال میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے چار رکوع کا درس بیان کیا۔جنہیں شروع میں پانچ سو صفحات کی کتابی شکل میں آٹھ جلدوں میں تیار کیا گیا۔ان میں پہلی دو جلدیں صرف تعوذ وتسمیہ پر مشتمل ہیں۔پھر بعد میں ان کی دوبارہ جلد بندی کر کے موجودہ بارہ جلدوں کی شکل میں مکتبہ سید شمس الحق افغانی شاہی بازار بہاولپور سے شائع کیا گیا ہے۔

آپ کے ان دروس کو پابندی سے قلمبند کرنے کی ذمہ داری آپ کے جن متعلقین کی تھی ان کے اسماء گرامی ڈاکٹر جمیل الرحمن،(م۱۹۶۸ء)ڈاکٹر محمد نیاز، منشی محمد حسن چغتائی اور مولانا عبد الغنی ہیں۔[14]

دروس القرآن کا منہج تفسیر

مولانا سید شمس الحق افغانیؒ نے بہاولپور قیام کے دوران درس قرآن پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کیا جو عرصہ دس سال تک جاری رہا۔جس کے عند اللہ مقبول ہونے کا اندازہ ان کے ایک مکتوب کی اس تحریر سے ہوتا ہے۔چنانچہ اپنے مکتوب نمبر۱۰۳ میں وہ لکھتے ہیں:"مولوی صفی اللہ صاحب جو میرے خلیفہ مجاز ہیں اور فاضل دیوبند اور اس کے کافی مرید ہیں۔اس نے ایک خواب دیکھا کہ میں بہاولپور میں آپ کے ایک درس قرآن میں ہوں کہ اولوں کی شکل میں انوار برسنے شروع ہوئے مولوی صاحب نے کہا کہ مجھے ایک نورانی شخص کہتا ہے اس کو چن کر اپنی چادر میں جمع کرو۔یہ انوار درس قرآن کے ہیں میں نے جمع کیا اور سینے سے لگایا"[15]

---

[14] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱: ۵۴۔۴۹

[15] ۔مکتوبات افغانی،ص۱۷۵

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

چونکہ اس سلسلہ میں افغانی صاحب کاانداز تقریری تھاجس میں ان کے منہج کو نہ صرف بیان کرنابلکہ سمجھنا بھی خاصامشکل کام ہے۔لیکن پھر بھی علوم قرآن پر لکھی گئی ان کی کتاب "علوم القرآن" کے تناظر میں ان کے منہج تفسیر کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔جس کی تفصیل ذیل میں لکھی گئی ہے۔

دروس کی درست ترتیب

مولاناافغانیؒ کی تفسیر میں سب سے پہلی جو چیز نظر آتی ہے وہ نمبروں کی ترتیب سے دروس کاسلسلہ ہے۔یعنی ہر درس کو ایک سلسلہ وار نمبر کے ساتھ درج کیاگیاہے جس میں اس دن کانام اور تاریخ درج ہے اور اس طرح ایک جلد میں کئی درس جمع کئے گئے ہیں۔چنانچہ پہلی جلد میں ان کے ۳۰ دروس درج ہیں اسی طرح بالترتیب دوسری ،تیسری ،چوتھی اور پانچویں جلد میں ۴۰،۴۳،۳۲،۳۲دروس جمع کئے گئے ہیں جن کی حسن ترتیب قاری کے نہ صرف تسلسل کو برقرار رکھتی ہے بلکہ اس پر ایک روحانی کیفیت طاری کر دیتی ہے اور یوں محسوس ہوتاہے کہ جیسے افغانی صاحب سامنے بیٹھ کے درس دے رہے ہوں۔

تفسیر القرآن بالقرآن

مولاناافغانیؒ تفسیر بالقرآن کے اصول کاخیال رکھتے ہوئے تفسیر کرتے وقت اس کاخوب اہتمام کرتے ہیں چنانچہ سورہ فاتحہ کی آیت نمبر چار میں عبادت کی تفسیر میں یہ آیت لائے ہیں:

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ''[16]

(اور نہیں پیدا فرمایامیں نے جن وانس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں)

اسی طرح هُدًى لِلْمُتَّقِينَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کتاب میں چونکہ ہدایت ہے تو یہ ہدایت کے لئے کامل ہے۔یہاں" هُدًى لِلْمُتَّقِينَ "آیا۔دوسری جگہ "هُدًى لِلنَاس"بھی فرمایاہے۔یہ دونوں مضمون اپنی جگہ درست ہیں۔قرآن میں ہدایت دومعنوں میں استعمال ہوئی ہے۔

۱۔ہدایت بمعنی بتلانے کے ہے۔

۲۔دوسرایہ کہ حق پر پہنچاناہے توجہاں "هُدًى لِلنَاس"ہے اس کامعنیٰ یہ کہ حق بتلاناہے اور "هُدًى لِلْمُتَّقِينَ "حق پر پہنچاناہے۔"[17]

اسی طرح افغانی صاحبؒ لفظ تقویٰ کی تفسیر دوسری قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:"تقویٰ بڑی چیز ہے" اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

''وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ''[18]

(عاقبت متقیوں کے لئے ہی ہوتی ہے)

---

[16] ۔الذٰریٰت ۵۶:۵۱

[17] ۔ افغانی،دروس القرآن الحکیم،۴: ۱۱۹،۱۲۰

[18] ۔الاعراف ۱۲۸:۷

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

''أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ''[19]

(وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے) جنت کی تیاری اصل میں تقوی والوں کے لئے ہے۔

''إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ''[20]

(اس کے متولی تو صرف پرہیز گار لوگ ہیں) یعنی اللہ کے دوست تقوی والے ہیں۔

اسی طرح آیت "يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ "میں اقامۃ صلوۃ کی تفسیر میں مولانا قرآن پاک سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ''21

(اور قائم کرو نماز کو اور نہ ہو جاؤ (ان) مشرکوں میں سے)

کیونکہ بے نمازی ہونا کافرانہ عمل ہے۔ اسی طرح نماز کے لئے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ''[22]

(بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے)

کہ اللہ کی یاد بڑی چیز ہے یہ ہر برائی سے روکتی ہے۔ نماز ایک تو مانع معاصی ہے، دوم یہ یاد الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ذکر تمام عبادتوں کی روح ہے اور نماز میں تو ذکری کا لفظ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

''وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي''[23]

(اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو)

تو ایک خاصیت اللہ کی یاد اور ایک گناہوں سے روکنا ہے۔ مزید نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سید افغانی فرماتے ہیں:

''نماز ضبط نفس کا درس دیتی ہے۔ کیونکہ خواہشات کے سلسلہ میں نفس کو دخل ہے''

سورہ مریم میں بنی اسرائیل کے متعلق ارشاد فرمایا:

''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا''[24]

(پس جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جنھوں نے ضائع کیا نمازوں کو اور پیروی کی خواہشات (نفسانی) کی سو وہ دوچار ہونگے اپنی نافرمانی (کی سزا) سے)

نماز کی فضیلت کی تفسیر میں قرآن مجید کی ایک اور آیت بطور دلیل لائے ہیں:

---

[19] ۔ آل عمران ۳:۱۳۳

[20] ۔ الانفال ۸:۳۴

[21] ۔ الروم ۳۰:۳۱

[22] ۔ العنکبوت ۲۹:۴۵

[23] ۔ طٰہٰ ۲۰:۱۴

[24] ۔ مریم ۱۹:۵۹

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

''حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى ''[25]

(پابندی کرو سب نمازوں کی اور خصوصاًدر میانی نماز کی)۔[26]

تفسیر القرآن بالحدیث

مولانا افغانیؒ قرآن پاک کی تفسیر کرتے وقت احادیث پاک کا کثرت سے حوالہ دیتے ہیں اوراس کے ساتھ اگر کسی مستند مفسر نے اس آیت کے تحت اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے تو اس کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔جیسا کہ الحمد للہ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں

:"ابن کثیرؒ نے الحمد للّٰہ کی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے:

''لَوْ أَنَّ الدُّنْيَا كُلَّهَا بِحَذَافِيرِهَا بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي، ثُمَّ قَالَ: الحَمْدُ لله لَكَانَ الحَمْدُ لله أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ''[27]

(میرے کسی امتی کو اگر اللہ تعالیٰ ساری دنیا دیدے پھر وہ الحمد للہ کہے تو یہ الحمد للہ اس تمام سے افضل ہے)

یعنی جس آدمی کے لئے پوری دنیا جمع ہو یعنی ساری دنیا اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو دیدے اور پھر وہ کہے الحمد للہ تو پوری دنیا سے یہ الحمد للہ کا پڑھنا زیادہ وزن رکھتا ہے"[28]

اسی طرح لفظ تقوی کی تفسیر میں حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''التَّقْوَى هٰهُنَا''[29]

(تقوی یہاں ہے)

فرمایا دل پر انگلی رکھ کر کہ تقوی یہاں ہے۔یعنی مرکز تقوی قلب ہے۔بخاری شریف میں ہے:

''أَلَا وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ'' [30]

(خبردار!جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب تک وہ صحیح رہتا ہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے)

نماز کی اہمیت میں مشہور حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ[31]

(میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)

---

[25] ۔البقرۃ ۲۳۸:۲

[26] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم،۵:۵۳

[27] ۔ أبو الفداء، إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسير ابن كثير، دار الكتب العلمية، بيروت، ط الأولى- ۱۴۱۹ ھ،۱:۱۳۰،

علي بن حسام الدين، علاء الدين، الهندي، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، مؤسسة الرسالة، ط خامس،۱۹۸۱م، رقم الحديث: ۶۴۰۶

[28] ۔دروس القرآن الحکیم،۳: ۲۸

[29] ۔ أبو الحسن، مسلم بن الحجاج، المسند الصحيح، باب تحريم ظلم المسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، رقم الحديث ۲۵۶۴

[30] ۔ أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل، البخاري، الجامع الصحيح، باب فضل من استبرأ لدينه، دار طوق النجاة، ط:الأولى،۱۴۲۲ھ، رقم الحديث:۵۲

[31] ۔ أبو عبد الرحمن، أحمد بن شعيب، النسائي، سنن النسائي، باب حب النساء، مكتب المطبوعات الإسلامية–حلب، ط:الثانية،۱۴۰۶ ھ، رقم الحديث:۳۹۴۰

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے تمام گورنروں کو حکم نامہ جاری کیا:

''إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ، مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا، حَفِظَ دِينَهُ، وَمَنْ ضَيَّعَهَا، فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ''[32]

(کہ تمہاری سب خدمتوں میں نماز بہت ضروری اور اہم ہے میرے نزدیک جس نے نماز کے مسائل اور احکام یاد کئے اور وقت پر پڑھی تو اس نے اپنا دین محفوظ رکھا جس نے نماز کو تلف کیا تو اور خدمتیں زیادہ تلف کرے گا)

حدیث شریف میں ہے:

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُوَرَةُ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا''[33]

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگوں اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے)

تفسیر بالرائے

مولانا افغانیؒ کسی بھی موضوع کے ذیل میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ جس میں اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی پہلو شامل ہیں۔ ان کی تفصیل میں نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی بھرپور طریقے سے دیتے ہیں جو اکثر مقامات پر طوالت کا باعث بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی تفسیر کے ضمن میں قربانی سے متعلق تفصیل درج کی ہے جس میں قربانی کی فضیلت واہمیت، اس کا حکم اور تاریخ بیان کی ہے اور وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔[34]

اسی طرح الحمد للہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ میں الحمد للہ میں تین چیزیں تفصیل سے ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ تصورِ نعمت ۲۔ تصورِ محبت ۳۔ تصورِ قربِ الٰہی

آگے پھر ان میں سے ہر ایک عنوان پر ایک مکمل درس دیتے ہیں۔ جس میں اس کی تفصیل درج ہے۔ چنانچہ پہلے عنوان پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ تصورِ نعمت

تصورِ نعمت کے حوالے سے درس دیتے ہوئے سید افغانی سورۃ النحل کی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

''وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا''[35]

(اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو تم شمار نہ کر سکو گے)

مگر انسان اتنی نعمتوں کے باوجود بھی ظالم ہے۔ کچھ مصیبتیں ایسی ہیں کہ فی الحال ان میں مشقت اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر انجام لذت ومزہ اور آبادی ہے اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں کہ فی الحال تو لذت ومزہ ہے مگر انجام مصیبت وبربادی

---

32 ۔ مالک بن أنس، الموطأ، باب وقوت الصلوۃ، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نهیان، أبوظبي-الإمارات، ط: الأولی، ۱۴۲۵ھ- ۲۰۰۴م، رقم الحدیث: ۹

33 ۔ القشیری، المسند الصحیح، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، رقم الحدیث: ۱۰۱۵

34 ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ج۱، ص ۳۶۳

35 ۔ النحل ۱۶: ۱۸

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

ہے۔کیا یہ درست ہے کہ فانی مزوں کے لئے چستی ہو اور ابدی مزوں کے لئے چستی نہ ہو۔بلکہ ابدی مزوں کے لئے تو چستی دو گنا زیادہ ہونا چاہئے۔اس لئے شکر بجالانے کے سلسلے میں اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھنا چاہئے۔

صحیح بخاری میں ہے:

''عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''لاَيُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ''[36]

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

یعنی حقیقت میں نعمت کا مبدا اللہ تعالیٰ ہیں مگر نعمت کا ذریعہ تو حضرت محمد ﷺ ہیں جن ذرائع سے نعمت حاصل ہو ان سے محبت ہونی چاہئے۔[37]

۲۔تصور محبت: سید افغانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر محبت پیدا کی ہے۔رب العالمین نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ حکمت کے تحت پیدا فرمائی ہیں۔تو ہر انسان کے اندر محبت کا جو جذبہ پیدا فرمایا ہے وہ حکمت اور مقصد کے تحت ہے محبت کا ایک عنصر حیوانوں اور انسانوں میں قدر مشترک ہے اور وہ ہے سفلی محبت لیکن جس محبت کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا وہ محبت سفلی نہیں بلکہ علوی محبت ہے۔علوی محبت یہ کہ انسان کو محبت ہے۔[38]

اسی طرح افغانی صاحبؒ نے لفظ ''رب'' کی تفسیر کرتے ہوئے شان ربوبیت کی کئی توجیہات پیش کی ہیں اور ہر توجیہہ کو ایک مکمل درس کی صورت میں بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کے تحت جو چیزیں آتی ہیں ان کو بیان کیا ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔مادی نظام بتدریج ہے ۲۔روحانی نظام بتدریج ہے ۳۔دنیا کی زندگی خواب ہے ۴۔ربوبیت کی اقسام
۵۔تربیت آخرت ۶۔ربوبیت رحمی ۷۔ربوبیت برزخی[39]

اخلاقی تفسیر

مولانا افغانیؒ کلام اللہ کی اخلاقی تفسیر بھی کرتے ہیں۔چنانچہ ایک درس میں سورۃ الفاتحہ کی اخلاقی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آج سورہ فاتحہ کی اخلاقی تفسیر ہو گی۔سورہ فاتحہ سے مسلمان کے لئے اخلاق کا کیا درس ملتا ہے؟تو یہاں تین چیزیں بیان کرنی ہیں۔

۱۔اخلاق کیا ہے؟ ۲۔اسلام میں اخلاق کا کیا مقام ہے ۳۔قرآن پاک سے اخلاق کے بڑے بڑے کیا اصول مستنبط ہوتے ہیں ۔اخلاق خُلق کی جمع ہے اور ایک لفظ خَلق ہے خ کی زبر سے۔امام راغبؒ (م۱۱۰۸ء)لکھتے ہیں کہ دونوں ایک

---

[36] ۔ البخاري، الجامع الصحیح، باب حب الرسول من الایمان، رقم الحدیث:۱۵

[37] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳: ۴۸،۴۵

[38] ۔ایضاً، ص۵۶،۵۵

[39] ۔ایضاً، ۳: ۱۵۵

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

دوسرے کے قریب قریب ہیں لیکن خَلق بدن کی خوبصورتی پر اور خُلق روح کی خوبصورتی پر بولا جاتا ہے۔ گویا اس بزرگ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک صورت ہے اور ایک سیرت ہے یعنی روح کی صفات میں تواضع، شفقت، رحمت اور احسان کا جذبہ موجود ہو اس کو خُلق کہتے ہیں۔ دوسری بات اسلام میں خلق کا کیا مقام ہے۔ تو کچھ اخلاق اور کچھ اعمال ہیں اخلاق اعمال کی جڑ ہیں۔ اگر جڑ خراب ہو گی تو شاخیں سرسبز نہ ہوں گی۔ پھر اخلاق کی دو قسمیں ہیں: ۱۔مادی اخلاق جو یورپی اخلاق ہیں ۲۔الٰہی یا اسلامی اخلاق۔ تیسری بات قرآن پاک سے اصول اخلاق کا استنباط، اسلامی اخلاق میں ایک چیز ایسی ہے کہ دنیا اس طرف ٹل جائے تو مسلمان کو اس پر عمل کرنا ہو گا۔ قرآن فرماتا ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ'' [40]

(اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لیے چاہے گواہی دینا پڑے تمھیں اپنے نفسوں کے خلاف یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف)

سید افغانی فرماتے ہیں: ''یہ وہ اخلاق ہیں جنہیں غیر مسلموں نے بھی مانا ہے''[41]

سیاسی تفسیر:۔

ایک موقع پر آپؒ درس دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

''حضرات! آپ کے سامنے سورہ فاتحہ کی تلاوت کی گئی ہے۔ یہ عظیم الشان سورۃ چونکہ قرآنی مضامین کی بنیاد ہے۔ اور اس کی تفسیر مختلف طرز سے کی گئی ہے۔ آج میں اس کی تفسیر سیاسی طرز سے کروں گا۔ آج کل سیاست جھوٹ، غداری اور نفاق کا نام ہے۔ شروع میں انگریز نے جھوٹ اور غداری سے سیاست چلائی مگر دوسرے ممالک جب بیدار ہوئے تو انہوں نے اس کی سیاست واضح کر دی تو وہ اس سے پیچھے رہ گئے۔ بخاری میں روایت ہے:

''عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا ﷺ قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ'' [42]

حضرت ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ میں پانچ سال تک حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہا تو میں نے ان کو نبی ﷺ سے حدیث روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی وفات پا جاتا تو اس کا خلیفہ و نائب نبی ہوتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو اسے پورا کرو اور احکام کا حق ان کو ادا کرو بے شک اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔

---

[40]۔ النساء۴:۱۳۵

[41]۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳: ۳۸۴۔۳۸۰

[42]۔ القشیری، المسند الصحیح، باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء، رقم الحدیث:۱۸۴۲

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

سید افغانی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی کے انتقال کے بعد دوسرا آجاتا۔ تو بیسویں صدی کے ان شیطانوں کا کام جو ہے وہ صحیح سیاست نہیں۔ معلوم ہوا کہ سیاست انبیاء کا کام ہے۔ سیاست کا معنی ہے سیاست حقوق اللہ و حقوق العباد یعنی وہ نظام و قانون جس میں اللہ کے حقوق اور اللہ کے بندوں کے حقوق کی حفاظت ہو۔ مقصد سیاست یعنی جنرل قانون کیا ہو؟ تو اللہ پاک نے سورہ فاتحہ میں جنرل قانون بھی واضح فرمادیا کہ چونکہ وہ بڑا بادشاہ ہے لہٰذا چھوٹے بادشاہ کو اس کے طریقے پر چلنا چاہئے۔ حکومت ایسی ہو کہ ہر آدمی کی زبان سے نکلے سبحان اللہ کیا اچھا کام کیا۔ دوسری بات یہ کہ قلوب الرجال بھی حکومت کے ساتھ ہوں اس کے لئے چار قواعد ہیں: ا۔ پرورش ۲۔ ان کے مفاد کی کوشش ۳۔ غریب وامیر سے عدل وانصاف کرے ۴۔ دین کے نفاذ کی کوشش کرے۔ تو عوام کے دل صاف ہوں گے اور حکومت کے ساتھ ہوں گے۔ ان چار قواعد کو سورۃ الفاتحہ کے چار جملوں میں بیان فرمایا رب العٰلمین فرما کر پرورش کا مسئلہ حل کیا۔ الرحمٰن یعنی دنیا میں الرحیم یعنی آخرت میں۔ عدل کے لئے مالک یوم الدین فرمایا، کہ روز جزاء کا مالک ہے۔

ایک دستور اساسی ہوتا ہے کہ پورا نظام حکومت اس کے گرد گھومتا ہے وہی محور ہوتا ہے۔ اس کے لئے فرمایا

''اھدنا الصراط المستقیم. صراط الذین انعمت علیھم''[43]

(ہمیں سیدھا راستہ دکھا، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا)

اور دستور اساسی کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ۔ تبلیغ حق اور تعلیم حق، تو اھدنا الصراط المستقیم سے ہمارا دستور اساسی شروع ہوتا ہے۔ اور ہمارا کام تبلیغ واشاعت حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں سیاسی لحاظ سے تمام اصولی باتیں فرمادیں۔ لوگوں کی زبانیں حکومت کی مخالفت کرنے سے بند ہوں، دل حکومت کے ساتھ ہو، عدل وانصاف ہو، مساوات ہو، پرورش ہو، اشیاء ضروری مہیا ہوں ۔اور آخر میں دستور اساسی وضع فرمایا کہ تمہارا امر کزیہ ہے کہ حق کا بول بالا ہو''[44]

ابتداء سورت میں اس کی فضیلت

مولانا افغانیؒ ویسے تو ہر عنوان کی فضیلت پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ لیکن سورت کے شروع میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ اس کی اہمیت اور فضیلت کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ سورہ فاتحہ کے شروع میں اس عنوان پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پہلی چیز سورہ فاتحہ کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ قرآن سارا فضیلت ہے مگر بعض آیتیں بعض آیتوں سے فضیلت رکھتی ہیں۔ ان میں سورہ فاتحہ بھی ہے۔ اب سورہ فاتحہ کے لئے حضرت ابو سعید بن معلیٰؓ کی روایت جو بخاری میں بھی ہے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نفل نماز ادا کر رہا تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بلایا میں نے جواب نہ دیا فارغ ہونے کے بعد میں خدمت میں حاضر ہوا حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیا عرض کی میں نماز ادا کر رہا تھا۔ فرمایا جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا بلاوا آئے تو جواب دے دیا کرو کیونکہ یہ نماز نفل تھی اور نبی ﷺ کا بلاوا فرض ہے تو حضور کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[43] ۔ الفاتحۃ ۱: ۶،۷

[44] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳: ۳۹۲، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۱

''ثُمَّ قَالَ لِي: لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي القُرْآنِ، قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ المَسْجِدِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، قُلْتُ لَهُ: أَلَمْ تَقُلْ لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي القُرْآنِ، قَالَ: الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ، هِيَ السَّبْعُ المَثَانِي، وَالقُرْآنُ العَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ''[45]

(قبل اس سے کہ میں مسجد سے جاؤں تم کو قرآن پاک کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو کہ ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے، پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر جانے لگے، میں نے یاد دہانی کرائی تو ارشاد ہوا کہ وہ الحمد کی سورت ہے اور اس میں سات آیات ہیں اس کو ہر رکعت میں پڑھتے ہیں ان آیات کو سبع مثانی کہتے ہیں اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا)

دوسری حدیث صحیح مسلم سے نقل ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل انسانی شکل میں حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اوپر سے سخت اونچی آواز سنی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے اوپر دیکھا اور فرمایا:

''هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ، فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَسَلَّمَ، وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ''[46]

(حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ یہ دروازہ آسمان کا ہے جسے صرف آج کے دن کھولا گیا اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس سے ایک فرشتہ اترا حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اترا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو ان دونوروں کی خوشخبری ہو جو آپ ﷺ کو دیئے گئے جو کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ایک سورت الفاتحہ اور دوسری سورت البقرہ کی آخری آیات آپ ﷺ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ ﷺ کو اس کے مطابق دیا جائے گا)

اسی طرح سورہ بقرہ کے شروع میں اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس سورت کی ایک خاص فضیلت ہے ایک تو یہ پورے قرآن میں لمبی ہے دوم یہ کہ جس قدر دین کے احکام اس میں وہیں اور کسی میں نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو سورہ بقرہ کا عالم ہو جاتا تھا اس کی عزت ہمارے دلوں میں بڑھ جاتی تھی۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ، وَإِنَّ سَنَامَ القُرْآنِ سُورَةُ البَقَرَةِ''[47]

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی ایک کوہان (بلندی) ہوتی ہے اور قرآن کا کوہان سورت بقرہ ہے)

---

[45] ۔ البخاري، الجامع الصحيح، باب فضل فاتحة الكتاب، رقم الحديث: ۵۰۰۶

[46] -القشيرى، المسند الصحيح، باب فضل الفاتحة، رقم الحديث: ۸۰۶

[47] ۔ الترمذی، سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل سورة البقرة، رقم الحديث: ۲۸۷۸

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک جماعت آئی جس سے گورنری کا انتخاب تھا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن پڑھوایا یعنی ڈگری معلوم کرنی تھی۔ ان میں ایک نوجوان آدمی تھا حضور ﷺ نے پوچھا تو کونسی سورتیں پڑھا ہوا ہے اور یاد ہیں تو ان میں سورہ بقرہ بھی تھی تو فرمایا جاؤ تم گورنر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی اصلاح و تنظیم میں اس سورت کو دخل ہے۔ ہر گھر جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہو جائے شیطان داخل نہیں ہوتا"[48]

لغوی تحقیق

مولانا افغانیؒ درس قرآن دیتے وقت تفسیر کرتے ہوئے لغوی بحث بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کی تفسیر میں لفظ شیطٰن کی لغوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیطان ایک لفظ ہے جس کا مفہوم علم الاشتقاق کے قانون کے لحاظ سے شیطٰن۔ ش، ی، ط، ن کے معنی ہیں بُعد یا دوری، تمام بھلائیوں اور نیکی سے دوری یعنی بُعد عن الجنۃ او بُعد عن الملأ الاعلیٰ کے لئے لفظ شیطان ہے۔ شیطنت کے معنی ہیں غصہ سے جلنا۔ "شاطَ الرجل اذا احترق غضبا" غصے سے جلنے کو شیطان ہونا کہتے ہیں۔ "الشاطِنُ: الْخَبِيثُ. والشَّيْطانُ: فَيْعال مِنْ شَطَنَ إِذا بَعُدَ فِيمَنْ جَعَلَ النُّونَ أَصلًا، وَقَوْلُهُمُ الشَّيَاطِينُ دَلِيلٌ عَلَى ذَلِكَ. وَالشَّيْطَانُ: مَعْرُوفٌ، وَكُلُّ عَاتٍ مُتَمَرِّدٍ مِنَ الْجِنِّ والإِنس وَالدَّوَابِّ شَيْطَانٌ"[49] (شاطن کا معنی خبیث، اور لفظ شیطان شطن سے فیعال کے وزن پر ہے جب نون کو اصل کلمہ بنایا جائے تو اس کا معنی دوری ہو گا اور عرب کا قول شیاطین اس پر دلیل ہے اور شیطان مشہور ہے۔ جن، انسان اور چوپایوں میں سے ہر ایک کو شیطان کہا جاتا ہے) ابو عبیدہ جو لغت عربی کے امام ہیں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم میں شیطان سے ایک خاص شیطان مراد لیتے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدے سے انکاری ہوا۔ اور عام اصطلاح میں شیطان کا اطلاق ہر شریر مفسد پر ہوتا ہے خواہ وہ جن ہو، انسان ہو، یا حیوان"۔[50]

اسی طرح ایک اور مقام پے لفظ رب کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رب کا معنی تربیت سے نکلا ہوا ہے۔ تربیت اور ربوبیت کے معنی "اِبْلَاغُ الشَّیْءِ اِلَی کَمَالِهٖ شَیْئًا فَشَیْئًا"[51] (ایک چیز کو آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا جس درجہ تک اس کی حد ہو)[52]

اسی طرح ایاک نعبد کی تفسیر میں لفظ عبادت کی لغوی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عبادت کی حقیقت کیا ہے؟ دو بزرگوں نے لکھا ہے، ایک امام راغب اصفہانی اور دوسرا امام بیضاوی نے۔ " والعبودیۃ إظهار التّذلّل. والعبادة أبلغ منها لأنّها غاية التّذلّل"[53] (عبودیت عاجزی کا اظہار ہے اور عبادت اس سے بھی زیادہ بلیغ

---

[48] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۱: ۳-۴

[49] ۔ أبو الفضل، جمال الدین، محمد بن مکرم بن علی بن منظور، لسان العرب، دار صادر۔ بیروت، ط ثالث، ۱۴۱۴ ھ، ۱۳: ۲۳۸

[50] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۱: ۷۰

[51] ۔ محمد الطاهر بن محمد ابن عاشور، التحریر والتنویر، الدار التونسیۃ للنشر، تونس، ط ۱۹۸۴ ھ، ۱: ۱۷۳

[52] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳: ۱۰۵

[53] ۔ أبو القاسم، الحسین بن محمد، الراغب الأصفهانی، المفردات في غریب القرآن، دار القلم، بیروت، ط اول ۱۴۱۲ ھ، ۱: ۵۴۲

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

ہے کیونکہ یہ عاجزی کی انتہاء ہے)یعنی دل میں ایسی کیفیت تصور کرنا کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے انتہائی پست سمجھے۔[54]

فلسفی وعقلی طرز استدلال

مولانا شمس الحق افغانیؒ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ اپنے مؤقف کے اثبات میں عقلی اور فلسفیانہ طرز استدلال اختیار کرتے ہیں جو نہ صرف ان کی فکری وعلمی گرفت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ قاری کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث بھی ہے۔انہوں نے اپنی کتاب علوم القرآن میں وحی کی ضرورت پر دس عقلی دلائل دیئے ہیں: دلیل بقائی،دلیل قانونی،دلیل غذائی،دلیل دوائی،دلیل نوری،دلیل حبی،دلیل اتباعی،دلیل نفسیاتی،دلیل تخلیقی،دلیل ترحمی۔کسی مسئلے کے اثبات میں ان کے دلائل دینے کا یہی انداز ہے۔جو اس فن پر لکھی جانے والی کسی بھی کتاب کا ایک انفرادی اسلوب ہے۔اسی طرح انہوں نے اعجاز قرآن پر بارہ عقلی دلائل دیئے ہیں۔ان کا یہی اسلوب تفسیر قرآن میں بھی نظر آتا ہے۔چنانچہ وجود باری تعالیٰ پر عقلی دلائل دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ کے ثبوت پر بزرگوں کی طرف سے دیئے گئے چند عقلی دلائل پیش کرتا ہوں نہ کہ فلسفی کیونکہ یہ عوام کا مجمع ہے اور بزرگوں کی دلیلیں خیر وبرکت والی ہوتی ہیں۔

۱۔برہان غرقی: سب سے قبل میں حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے استاد ہیں جن کی قبر مدینہ منورہ میں ہے ان سے ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کے ثبوت کی دلیل پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ سمندر میں آپ ایک کشتی پر سوار ہوں وہ کسی سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے،ایک تختہ تمہارے ہاتھ میں رہ جائے،پھر وہ تختہ بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تمہاری جان لبوں تک پہنچ جائے،کیا اس وقت زندگی کی امید ہوتی ہے کہ نہیں؟سائل نے جواب دیا امید تو ہوتی ہے۔تو فرمایا یہ امید اس ذات سے ہوتی ہے جس کی تو دلیل پوچھ رہا ہے۔

۲۔برہان سفینی: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک آدمی دہریہ ہو گیا۔حاکم وقت نے کہا کہ عام جلسے میں اس کا امام صاحب سے مناظرہ کرا جائے جس کے لئے تاریخ اور مقام کا تعین کیا گیا۔بغداد کے درمیان دریائے دجلہ ہے یعنی بغداد شرقی اور غربی،مناظرہ کی جگہ بغداد شرقی مقرر کی گئی اور امام صاحب بغداد مغربی میں رہتے تھے۔امام صاحب قت مقررہ سے کچھ تاخیر سے پہنچے جس پر دہریہ نے کہا کہ اسلام میں عہد شکنی بری بات ہے۔حضرت نے کہا پہلے اس کا جواب دے دوں،فرمایا جب میں دریا پر آیا تو کوئی کشتی موجود نہیں تھی،دریا کی گہرائی کی وجہ سے میں معذور تھا تو ایک درخت خود کٹ گیا اور اس کے تختے بننے لگے اوپر سے میں آئیں تھیں جو ان تختوں کو جوڑتی تھیں،کچھ دیر بعد وہ کشتی کی صورت بن کر میری طرف آگئی میں اس میں بیٹھ گیا اور وہ چل پڑی اور دوسرے کنارے پر آکر رک گئی جہاں میں نے جانا تھا۔دہریہ حاکم وقت سے کہنے لگا میں اس پاگل سے مناظرہ کروں جو کہتا ہے کہ درخت خود بخود کٹ کر کشتی کی شکل بن گیا۔حاکم وقت نے کہا اس کا جواب وہ خود دیں گے۔امام صاحب نے فرمایا اگر اس میں بے وقوفی ہے تو بڑا پاگل تُو ہے جو ایک کشتی سے متعلق کہتا ہے کہ صانع کے بغیر نہیں بن سکتی اور یہ جو نظام چل رہا ہے یہ کسی صانع کے بغیر کیسے چل رہا ہے؟اس پر وہ دہریہ مسلمان ہو گیا۔

---

[54] ۔ افغانی،دروس القرآن الحکیم،۳:۲۷۰

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

۳۔برہان صوتی: امام مالک سے کسی شخص نے ثبوت پوچھاتو آپؒ نے فرمایا کہ کتنے آدمی زندہ زندہ ہیں اور کتنے فوت ہوگئے ہیں؟ کسی کی نہ توصورت ملتی ہے اور نہ کسی کی آواز ملتی ہے۔اور نہ جانے کہ رب العزت کے ہاں کتنے نقوش ہیں۔ معلوم ہوا کہ انسان قاصر ہے۔ وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ نہ تو کسی کی صورت ملتی ہے اور نہ کسی کی آواز۔

۴۔برہان توتی: توت عربی زبان میں شہتوت کو کہتے ہیں۔امام شافعیؒ سے کسی نے اللہ کے ثبوت کی دلیل پوچھی تو آپ نے فرمایاتوت کے پتے اگر گائے کھائے تو گوبر،اگر بکری کھائے تو مینگنی،اگر شہد کی مکھی کھائے تو شہد،اگر ریشم کا کیڑا کھائے تو ریشم ۔یہ قدرت صرف اللہ کی ہے کہ ایک چیز کھانے سے مختلف چیزیں نکلیں۔

۵۔برہان بیضوی: حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے ثبوت کے متعلق سوال کیاتو آپؒ نے فرمایامرغی کے بچے کو انڈے سے نکالنا جو وقت مقررہ پر باہر آتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ مرغی کا انڈہ بچے کے لئے فولاد کا پہاڑ ہے۔ دنیا کے فلاسفر کان لگا کر بھی یہ نہیں بتاسکتے کہ یہ وقت مقرر ہے اور مرغی نہ تو پرائمری پاس ہے اور نہ ایم۔اے وغیرہ لیکن جب وقت مقررہ آئے تو مرغی اسی وقت چونچیں مار کر بچے کو نکال لیتی ہے تو یہ بات اس کے دل میں اللہ رب العزت ڈالتا ہے۔

۶۔برہان نباتی: حضرت شیخ سعدیؒ سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے ثبوت کی دلیل مانگی ، آپ نے فرمایاایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ میں حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آسمان سے فرشتے نوری تھالوں میں نوری میوہ جات لا کر شیخ سعدیؒ کو دے رہے ہیں اس وقت شیخ سعدی یہ اشعار پڑھ رہے ہیں:

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

تو میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی موجودگی میں بھی یہ انعام شیخ سعدیؒ پر تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعدی نے جتنے اشعار کہے ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ کو صرف یہ ایک شعر پسند ہے۔

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورق دفتر ایست معرفت پروردگار[55]

اسی طرح ایک اور مقام پہ اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کا بیان کرتے ہوئے موت کو بھی مولانا افغانیؒ نے رحمت ثابت کیا ہے اور اس پر عقلی دلائل دیئے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

ا۔دلیل معاشی: موت کے ذریعے سے روزی فراخ ہوتی ہے۔اگر پہلے لوگ زندہ رہ جائیں تو روزی اتنی تنگ ہو جاتی کہ ایک دانہ بھی نہ ملتا۔

۲۔دلیل توسیعی: اگر موت نہ ہوتی تو پاؤں رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔اس لئے موت رحمت ہے کہ بعد میں آنے والوں کے لئے وسعت پیدا ہو۔

۳۔دلیل لقائی: یعنی ملنا کہ انسان کی خاص صفت اللہ تعالی سے محبت ہے۔تو بندہ محبوب سے ملنے کی چاہت رکھتا ہے۔جس قدر محبت زیادہ اتنی خواہش بھی زیادہ ہوگی۔اور تمام محبوبوں سے اللہ تعالیٰ زیادہ محبوب ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ایک ہی راستہ ہے۔فرمان نبوی ﷺ ہے:

---

[55] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم،۱: ۲۱۰۔۲۱۵

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

''وَلَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا''[56]

(تم اپنے رب کو اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے جب تک تمہیں موت نہ آجائے)

مولانا افغانی فرماتے ہیں:''لہٰذا اللہ تعالیٰ کا دیدار موت کے پل سے گذرنے پر موقوف ہے''

۴۔ دلیل انجائی: یعنی نجات۔ موت کا رحمت ہونا اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی تباہ کن مرض میں مبتلا ہو ایک تو مرض کی مصیبت کہ ایک ایک سیکنڈ بھی موت سے سخت گذرتا ہے اور دوسرا غربت کی حالت میں مرض۔ اس حالت میں نجات کا واحد راستہ موت کو انسان رحمت سمجھتا ہے۔

۵۔ دلیل سروری: یعنی خوشی۔ آج کل ہمیں مؤمن کے اعتبار سے موت سے خوشی کم ہوگئی ہے یعنی آخرت سے تعلق کم ہو گیا ہے۔ اگر صحابہؓ کو دیکھیں تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بڑی خلیج ہے۔ صحابہ کو آخرت سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آج لوگ جس موت کو مصیبت سمجھتے ہیں صحابہؓ اس کو رحمت سمجھتے تھے۔

شبہات کا ازالہ

علامہ مفسرؒ اپنی کتاب علوم القرآن میں مستشرقین کی طرف سے وحی اور قرآن پر کئے گئے گیارہ شبہات کا نقلی اور عقلی دونوں طرح سے مدلل جواب دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی تفسیر میں قرآن اور اسلام پر اعتراض کرنے والوں کی نہ صرف گرفت فرمائی ہے بلکہ ان کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے جو ان کی قرآن اور اسلام سے گہری وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جیسا کہ ایک اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعض مفارقین اسلام نے اعتراض کیا ہے کہ بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان ہے لیکن جب ذبح کرتے ہو تو بسم اللہ تلاوت کی جاتی ہے تو جانور کو ذبح کرنا بے رحمی ہے اور بے رحمی کے وقت بسم اللہ کا تلاوت کرنا آپ مسلمان رحمت جانتے ہو۔ ہندوؤں کا ایک عالم گذرا ہے جس نے "سرتایہ" کتاب میں یہ اعتراض کیا ہے۔ قربانی میں جانور ذبح کرنے پر جو اعتراض کیا وہ غلط ہے کیونکہ ہر مذہب میں جانور ذبح کرتے ہیں۔ مسلمان صرف پاک جانور ذبح کرتے ہیں اور عیسائی وغیرہ حرام ذبح کرتے ہیں۔ ہندو اگر گائے ذبح نہیں کرتے تو بکری وغیرہ تو ذبح کرتے ہیں۔ جانور ذبح کرنے میں سب کا اتفاق ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سارے مذاہب والے اللہ تعالیٰ کو رحمت کے ساتھ موصوف جانتے ہیں۔ صحیح انجیل میں سات جگہ پر خنزیر حرام کا ذکر ہے اور ایک جگہ پر تو یہ ذکر ہے کہ جس نے خنزیر کھایا قیامت میں نجات نہ ہوگی۔ انسان کی فطرت بتارہی ہے کہ گوشت خوری انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فطرتی چیز پیدا فرمائی کہ گوشت کھاؤ جانور قربان اور ذبح کرو''

---

[56] ۔ أبو عبد اللہ، محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیۃ، رقم الحدیث:۴۰۷۷

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

عصری مسائل کا جائزہ:۔

سید افغانیؒ اپنی تفسیر میں نہ صرف عصری مسائل وواقعات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں بلکہ ان مسائل کا بھرپور حل بھی پیش کرتے ہیں۔ اچھائی اور برائی کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔ چنانچہ رحمت خداوندی کی تفسیر کے ضمن میں شہادت امام حسینؓ کے عنوان پر بات کرتے ہوئے مسلمانوں کے سب سے بڑے مسئلے سیاست پر تفصیلی بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اسلام کا نظام شوری یہ ہے کہ جب ایک بادشاہ فوت ہو جائے تو اہل علم جمع ہو کر کسی بہتر بادشاہ کو چنیں۔ اس وقت اسلامی مملکت کے علاوہ باقی سب سلطنتوں میں نسلی نظام تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگر نیک بادشاہ فوت ہو جائے اور اس کا بیٹا برا ہو تو اس کو بادشاہ بنا دیا۔ اگر نسلی نظام پر چلیں تو بہت سارے فرقے بن جاتے ہیں۔ اور ہوا بھی یہی کیونکہ جب سے یہ نسلی نظام رائج ہوا تو مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ لیکن یاد رکھو میں یورپی جمہوریت کا قائل نہیں۔ اسلام کی تاریخ میں جہاں کہیں بھی اسلام کو نقصان اور کفر کو طاقت ہوئی تو وہ صرف نسلی نظام کی وجہ سے ہوئی۔ امام حسینؓ نے مسئلہ کی اہمیت کو جانا کہ یہ پہلی برائی ہے جو اسلام میں پھیلی کیونکہ نسلی نظام بغاوتیں ہوں گی اور اسلام دب کر رہ جائے گا اس کے لئے قربانی دی جائے۔ خاندان نبوت نے قربانی دے کر قیامت تک کے لئے اس نسلی نظام کو توڑ دیا۔

مغربی شورائیت اور اسلامی شورائیت میں فرق کرتے ہوتے سید افغانی کہتے ہیں کہ یورپ کے نظام میں تصنع ہے اور اسلام کے نظام میں حقیقت ہے۔ یہ مصنوعیت نہیں کہ زیادہ ہاتھ اگر نالائق کی طرف اٹھ جائیں تو منتخب ہو گیا اور لائق کی طرف کم اٹھ جائیں تو وہ نالائق ہو گیا۔ مغربی جمہوریت کے معنیٰ ہیں کثرت تعداد پر فیصلہ۔ ہمیشہ ممتاز لوگ قلیل عوام کثیر آتے رہے ہیں۔ یعنی قلت ہمیشہ ممتاز رہی ہے اور کثرت عموماً ردی چلے آتے ہیں۔ اور مغربی طریقہ انتخاب ووٹ پر تو معلوم ہو گیا کہ بے وقوفوں پر چناؤ کا مقصد ہے۔ کیونکہ ووٹ جدھر زیادہ وہ منتخب ہو گیا اور تعداد میں ردی لوگ بہت ہیں۔ قدرت نے نظام ایسا رکھا کہ عموماً جن میں خوبیاں ہوں وہ کم رکھے اور باقی زائد رکھے۔ قرآن فرماتا ہے: مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ[57] (اور میرے شکر گزار بندے کم ہیں) ایک عنصر علم کے لحاظ سے عمدہ مگر تعداد میں کم، دوسرا عنصر جہالت اور تعداد میں زیادہ تو مغربی جمہوریت کہتی ہے تو نادانی کو دانا پر حاکم بنالو۔

"وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"[58]

(اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا) اسی طرح یورپ کا نظام غلط ہے۔[59]

خلاصہ:

سید افغانیؒ کی علمی خدمات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو جدید وقدیم علوم پر بڑی مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عرصہ تقریباً دس سال میں قرآن مجید کی سورہ بقرہ کے صرف چار رکوع کی تفسیر کی۔ اس تفسیر کا مطالعہ کرنے سے ان کا انفرادی اسلوب تفسیر کھل کر سامنے آتا ہے۔ جس آیت کی وہ تفسیر کرتے ہیں جب تک اس کی تمام جزئیات اور ذیلی

---

[57] ۔ السبا ۳۴:۱۳

[58] ۔ آل عمران ۳:۸۶

[59] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۲ : ۷۲۔۷۳، ۸۱، ۸۶

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

عنوانات کا تحقیقی جائزہ پیش نہیں کر دیتے اس وقت تک اس سے اگلی آیت کی تفسیر شروع نہیں کرتے۔چونکہ ان کا اسلوب بیان تقریری ہے اس لئے اکثر بیان طویل ہو جاتا ہے اور بات موضوع سے دور چلی جاتی ہے۔شاید اس وجہ سے وہ آیات اور احادیث کی عبارت مکمل پیش نہیں کر پاتے اور ادھوری چھوڑ کر آگے چلے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے حوالہ نامکمل رہ جاتا ہے۔

مولانا افغانیؒ کے دروس کو قلم بند کرنے والوں نے بعض مقامات پر غلطیاں بھی کی ہیں جن کی اصلاح کی ازحد ضرورت ہے اور اس پر تحقیقی کام بھی ہو سکتا ہے۔ جن میں آیات اور احادیث کا ترجمہ کرتے وقت کئی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ مثلا ایک حدیث پاک ان اللہ یربی اللقمۃ اوالتمرۃ کمایربی احدکم کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لقمہ دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ احد کا پہاڑ ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کا درست ترجمہ یہ ہے کہ بے شک اللہ لقمے اور تمر سے اس طرح تربیت کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی کسی کی تربیت کرتا ہے۔[60]

اسی طرح ایک اور مقام پے ایک آیت کا اندراج غلط کیا ہوا ہے 5/ 60 پر وسخر لکم فی السمٰوٰت والارض یہاں لفظ ما نہیں لکھا گیا ہے۔[61]

اسی طرح جلد پانچ کے صفحہ نمبر بہتر پر سورہ زخرف کی آیت ورفعنا بعضکم فوق بعض لیتخذوا بعضکم بعضا سخریا غلط لکھی گئی ہے۔ یہاں ایک تو لفظ درجٰت نہیں آیا ہے اور دوسرا لیتخذوا نہیں بلکہ لیتخذ ہے اور بعضکم نہیں بلکہ بعضھم ہے۔[62]

---

[60] ۔ایضاء۵:۳۹

[61] ایضاء،ص۶۰

[62] ۔ایضاء،ص۷۲